اکیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۂ عنکبوت کا جو حصہ اکیسویں پارہ میں ہے،اس کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

(۱) اکیسویں پارہ کی پہلی آیت جو کہ حقیقت میں عنکبوت کی آیت ۴۵ ہے اس میں کتاب اللہ کی تلاوت اور نماز کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے،نماز کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے، (۴۵) حقیقت وہی ہے جو حکیم وخبیر ذات نے بیان فرمائی ہے، جب شرائط ونتائج ضرور حاصل ہوتے ہیں، پھر وہ نمازی اور معاصی کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے۔امام ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں تین صفات پائی جاتی ہیں: اخلاص،خشیت اور ذکراللہ ۔ اخلاص نمازی کو نیکی پر آمادہ کرتا ہے، خشیت اسے برائیوں سے روکتی ہے اور ذکراللہ جو کہ قرآن ہے وہ اسے نیکی کا حکم بھی دیتا ہے اور منکرات سے روکتا بھی ہے،جس نماز کے اندران تینوں میں سے کوئی صفت بھی نہ پائی جائے وہ حقیقت میں نماز ہی نہیں۔کوئی حرج نہیں اگر ہم کچھ دیر کے لئے رک کر اپنی نمازوں کا جائزہ لے لیں۔اس جائزہ سے ہمارے لئے یہ سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ ہماری نمازیں بے جان کیوں ہیں اور مسجدیں نمازیوں سے بھری ہونے کے باوجود گھروں اور بازاروں میں گناہوں کا سیلاب کیوں ٹھاٹھیں مار رہا ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں،جھوٹ بھی بولتے ہیں، وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں، ظلم اور لوٹ کھسوٹ کا بازار بھی گرم رکھتے ہیں، بے پردگی، بدنظری اور فحاشی میں بھی ملوث ہیں،ان کی گھر بازار اور دُکان کی زندگی دیکھ کر پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ نمازی ہیں اصل میں وہ نماز اوراس کے اثرات کو مسجد تک محدود رکھتے ہیں اور اپنی انفرادی،معاشرتی،اجتماعی ،تجارتی،سیاسی اور اخلاقی زندگی کو نماز سے بالکل الگ تھلگ رکھتے ہیں۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی علامات میں سے ایک واضح علامت یہ

ذکر کی گئی ہے کہ آپ اُمی ہیں نہ پڑھنا جانتے ہیں اور نہ لکھنا جانتے ہیں، اگر لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو باطل پرست شک کرتے کہ شاید آپ نے پہلی کتابوں سے یہ علوم حاصل کر لیے ہیں۔ صداقت کی اس واضح اور زندہ دلیل کے باوجود منکرین اعتراض کرتے تھے کہ ہم جن معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں وہ آپ کے ہاتھوں کیوں نہیں ظاہر ہوتے، اللہ فرماتے ہیں کہ کیا قرآن کا معجزہ ان کے لئے کافی نہیں ہے؟ (۵۱) جس کی نظیر پیش کرنے سے ان کے فصحاء اور بلغاء عاجز آ گئے ہیں، قرآن تو معجزوں کا معجزہ ہے اس کی موجودگی میں کسی دوسرے معجزہ کا مطالبہ عناد اور جہالت کے سوا کچھ نہیں، ان کی جہالت کا تو یہ حال ہے کہ بسا اوقات وہ خود عذاب کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ (۵۳-۵۴)

قرآن کل بھی معجزہ تھا، آج بھی معجزہ ہے لیکن قرآن نے جو علمی اور سائنسی انکشافات کئے تھے، عرب کے بدّو اور عجم کے دانشوران کے سمجھنے سے قاصر تھے مگر آج کا انسان انہیں آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس لئے ناچیز کی رائے یہ ہے کہ انسانی معلومات اور تحقیقات میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے گا، قرآن کریم کی اعجازی شان اتنی ہی نمایاں ہوتی جائے گی کہنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کا معجزہ ہونا کل کے مقابلے میں آج زیادہ واضح ہے اور آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے، ہوسکتا ہے کل کے عربوں کو تو قرآن کا معجزہ ہونا آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہو مگر عجمیوں کو کچھ مشکل پیش آتی ہو مگر اشاعتِ علم کے اس دور میں کیا عرب اور کیا عجم، کیا ہندی اور کیا یورپی، ہر شخص اس کے اعجاز کا اعتراف کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے، شرط صرف یہ ہے کہ وہ اسے پڑھے اور اس میں غور و تدبر کرے۔

(۳) معاندین کا حال بیان کرنے کے بعد متقین کا تذکرہ کیا گیا ہے اور انہیں رب العزت نے ہجرت اور دین کی راہ میں آنے والے مصائب پر صبر کی تلقین کی ہے۔ (۵۶-۵۹) جو لوگ ترکِ وطن کرتے ہیں انہیں معاشی ضروریات کی فکر یقیناً لاحق ہوتی ہے کہ پردیس میں گھر کا چولہا کیسے جلے گا، اس لئے تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ کمزور جانوروں کو رزق دیتا ہے وہی تمہیں

بھی دے گا اس لئے ہجرت کی صورت میں تمہیں فقر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) کہا جاسکتا ہے کہ اس سورت کی آخری آیت میں پوری سورت کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا ہے: ''جو لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔'' جو لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنے نفس وشیطان اور دشمنانِ دین کے ساتھ جہاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں سعادت کی راہ تک پہنچنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

سورة الروم

سورۂ روم مکی ہے، اس میں ۶۰ آیات اور ۶ رکوع ہیں، قرآن کریم کے وجوہِ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ اس کی پیشن گوئیاں بھی ہیں اور اس سورت کے شروع میں ایک پیشن گوئی ہی مذکور ہے جو بعد میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئی، یہ پیشن گوئی رومیوں کے غالب آنے کے بارے میں تھی، اس پیشن گوئی کا پورا ہوجانا انتہائی غیر معمولی اور غیر عادی واقعہ تھا، کیونکہ جس وقت قرآن نے یہ خبر دی تھی اس وقت ایرانی، رومیوں پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے، رومی مقبوضات اور نو آبادیاں یکے بعد دیگرے ایرانیوں کے ہاتھ آتے جارہے تھے اور اس وقت رومی سلطنت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی، سرحدی حالات کے علاوہ اندرونی حالات بھی انتہائی ابتر تھے، پورے یورپ میں غدر مچا ہوا تھا، رومیوں کا بادشاہ ہرقل زوال کی تیز آندھیوں کے سامنے بے بس ہوکر ہر ذلت اور پسپائی سے سمجھوتہ کرچکا تھا، چونکہ ایرانی مشرک اور آتش پرست جبکہ رومی خدا پرست تھے اس لئے مشرکینِ مکہ اپنے ہم مذہبوں کے غلبہ کی خبریں سن کر خوشی سے بغلیں بجاتے تھے، ان مخدوش حالات میں قرآن نے پیش گوئی کی کہ نو سال کے اندر رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے، یقیناً مشرکین نے قرآن کے اس اعلان اور اطلاع کا خوب مذاق اڑایا ہوگا لیکن ٹھیک نو سال کے اندر قرآن مجید کی یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہوکر رہی، رومیوں نے ایرانیوں کے جاہ وجلال کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور

سلطنتِ ایران کے قلب میں رومی جھنڈا نصب کردیا، مذکورہ پیش گوئی کے علاوہ جو اہم مضامین سورۂ روم میں بیان ہوئے ہیں وہ درجِ ذیل ہیں:

(۱) سورۂ روم اس معرکہ کی حقیقت بتاتی ہے جو حزب الرحمٰن (رحمٰن کی جماعت) اور حزب الشیطان (شیطان کی جماعت) کے درمیان قدیم زمانہ سے جاری ہے، کفر و ایمان اور حق و باطل کے درمیان یہ معرکہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ فیصلہ کا دن نہیں آجاتا، اس دن نہ صرف یہ کہ معرکہ ختم ہوجائے گا بلکہ دونوں جماعتوں کو بھی الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچادیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جس دن قیامت برپا ہوگی وہ الگ الگ فرقے ہوجائیں گے۔'' اہلِ ایمان کو جنت میں جگہ دی جائے گی اور کافروں کو عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اپنے وجود اور عظمت و جلال کے سات دلائل ذکر فرمائے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ایک چیز کو اس کی ضد سے پیدا کرتا ہے، زندہ اور مردہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے نطفہ سے زندہ انسان، انڈے سے بچہ، بیج سے درخت اور اس کے برعکس بھی پیدا کرتا ہے۔ (۱۹)

(۲) اس نے انسان کو بے جان مٹی سے پیدا کیا، انسان سے مراد یا تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو مٹی ہی سے پیدا کئے گئے تھے یا ہر انسان کیونکہ اس کی غذائی اور جسمانی ضروریات مٹی ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ (۲۰)

(۳) میاں بیوی کے درمیان ایسی محبت پیدا کردیتا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جسم کا حصہ ہیں حالانکہ بعض اوقات، شادی سے پہلے ان کا آپس میں کوئی تعارف ہی نہیں ہوتا۔

(۴) اس نے ارض و سما کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے پیدا کیا اور انسانوں کی زبانیں اور رنگ مختلف بنائے کسی کی زبان عربی ہے کسی کی فارسی اور انگریزی، کوئی فرانسیسی بولتا ہے اور کوئی اردو اور جاپانی، کسی کا رنگ کالا ہے اور کسی کا سرخ ہے۔ (۲۲)

(۵) وہ رات اور دن میں نیند کے ذریعے انسان کو سکون عطا کرتا ہے، انسان کا جسم ایک ایسی مشین ہے جسے اگر مشاغل کے ہجوم میں وقفۂ سکون نہ ملے تو یہ مشین خراب ہو جاتی ہے۔(۲۳)

(۶) آسمان پر بجلی چمکتی ہے جس سے دل میں خوف بھی پیدا ہوتا ہے اور امید بھی، پھر بارش برستی ہے تو مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔(۲۴)

(۷) ارض وسماء کا مستحکم نظام وجودِ باری تعالیٰ کی زندہ دلیل ہے آسمان کی چھت کسی ستون کے بغیر کھڑی ہے اور اس کے مدار میں ستارے دوڑ رہے ہیں مگر نہ اضطراب ہے نہ شور، یوں ہی زمین مسلسل حرکت کر رہی ہے مگر اس کے سینے پر بسنے والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

(۳) یہ سورت بتاتی ہے کہ ہر زمانے میں اللہ کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ حق کو باطل پر غلبہ عطا کرتا ہے (۴۷) اگر کہیں اہلِ حق مغلوب ہوں تو انہیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے باطل کے طور طریقے اپنا لیے ہوں اور باطل پرستوں نے حق کے بعض اصول اختیار کر لئے ہوں۔

(۴) اس سورت میں متعدد ایسے تکوینی دلائل اور مشاہد مذکور ہیں جو اللہ کی عظمت وقدرت کی گواہی دیتے ہیں (۱۹-۲۷ اور ۴۶-۵۰) سورت کے اختتام پر ان کفارِ مکہ کا ذکر ہے جو مُردوں کی طرح تھے نہ تو آیاتِ الٰہیہ کو سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ ہی ان میں غور وفکر کرتے اور نہ ہی اثر قبول کرتے تھے، ارشاد ہوتا ہے: ”اور ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر تم ان کے سامنے کوئی نشانی پیش کرو تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو۔“(۵۸)

سورۂ لقمٰن

سورۂ لقمٰن مکی ہے، اس میں ۳۴ آیات اور ۴ رکوع ہیں، اس سورت کی ابتدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزہ یعنی قرآن کی عظمت کے بیان سے ہوئی ہے جو کہ ہدایت کا ربّانی دستور ہے، اس کے بارے میں انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے ایک فریق مؤمنین کا ہے جو اس صحیفۂ

ہدایت کی ہر بات کی تصدیق کرتے ہیں، دوسرا فریق کافروں کا ہے جو اس کی آیات سن کر بر بناء ِ تکبر منہ موڑ لیتے ہیں گویا کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں (۲۔۷) اس کے بعد باری تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے چار دلائل ذکر فرمائے ہیں۔

پہلی دلیل یہ کہ اس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے پیدا کیا ہے حالانکہ ان میں روشن ستارے بھی ہیں، شمس وقمر بھی ہیں، سیارے اور کہکشائیں بھی ہیں۔فلکیات کی دنیا اتنی وسیع ہے کہ یہ زمین جس پر ہم زندگی بسر کررہے ہیں اس کی حیثیت اس کے مقابلے میں وہی ہے جو ایک ذرّے کی پوری کائنات کے مقابلے میں حیثیت ہے۔

دوسری دلیل وہ پہاڑ ہیں جنہیں زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ نے گاڑ رکھا ہے۔ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو یہ زمین، ہوا اور پانی کی وجہ سے اِدھر اُدھر حرکت کرتی رہتی۔

تیسری دلیل بے شمار قسم کے حیوانات، مویشی، چوپائے اور حشرات ہیں، ان کے علاوہ فضاؤں اور سمندر میں رہنے والے ہزاروں قسم کے جاندار ہیں جن کی شکلیں، رنگتیں اور خصوصیات تک اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، انسان کے عجز کا تو یہ حال ہے کہ وہ مکھی اور چیونٹی تک کی مثال نہیں بنا سکتا چہ جائیکہ صاحب فہم وذکا، بولتا چلتا انسان بنا سکے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ وہ آسمان سے بارش برساتا ہے جس کے ذریعے ہر قسم کی نفیس چیزیں اگاتا ہے۔(۱۰) آسمان سے بارش کا برسنا تکوینی عجائب میں سے ایک بڑا عجوبہ اور دلائلِ قدرت میں سے ایک بڑی دلیل ہے مگر انسان اس پر غور ہی نہیں کرتا وہ پانی جس سے سمندر، دریا اور نہریں بھری ہوئی ہیں یہ سب آسمان ہی سے برستا ہے، پھر اس پانی سے جو پھل، پھول، غلہ جات، جڑی بوٹیاں اور درخت اُگتے ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے کے لیے ہزاروں صفحات یقیناً کم ہوں گے۔

اس کے علاوہ سورۂ لقمٰن میں جو اہم مضامین مذکور ہیں وہ درجِ ذیل ہیں:

(۱) حضرت لقمان جوکہ نبی تو نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت ودانائی سے نوازا تھا، ان کے اقوال، عبرت ونصیحت کا خزانہ ہوتے تھے، ان کا کلام دُرافشانی، ان کی خاموشی تفکر اور ان کے ارشادات موعظت ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ پانچ وصیتیں ذکر فرمائی ہیں جوانہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں، یہ بڑی قیمتی اور جامع نصیحتیں ہیں جو کہ عقیدہ، عبادت، سلوک اور اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں:

☆ پہلی وصیت یہ کی کہ اے بیٹا! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور اس کا انجام تباہ کن ہے۔ اس کے بعد خود اللہ تبارک وتعالیٰ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

☆ دوسری وصیت آخرت کے بارے میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں، گناہ چھوٹا ہی کیوں نہ اور کیسی پوشیدہ جگہ پر کیوں نہ کیا گیا ہو اللہ اسے قیامت کے دن لے آئے گا۔

☆ تیسری وصیت اللہ کی طرف توجہ کے بارے میں ہے، اللہ کی طرف توجہ کی صورتیں بیان فرمائیں یعنی نماز کو کامل طریقے سے ادا کرو، لوگوں کو ہر خیر کی دعوت دو اور ہر شر سے منع کرو اور مصائب وابتلا پر صبر کرو۔

☆ چوتھی وصیت میں اپنے بیٹے کو تکبر اور فخر سے منع فرمایا۔

☆ پانچویں وصیت میں بیٹے کو اخلاقِ کریمہ کی طرف متوجہ کیا یعنی چال میں میانہ روی اختیار کرو اور بولتے وقت اپنی آواز نیچی رکھو۔ (۱۹-۱۲)

(۲) مشرکین کی تردید ہے کہ وہ توحید کے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود شرک پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ اگر خود ان سے سوال کیا جائے کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ بھی اللہ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ کے پاس ہے: قیامت کب

آئے گی؟ بارش کہاں اور کتنی برسے گی؟ شکمِ مادر میں بچہ کن اوصاف کا حامل ہے؟ انسان کل کیا کرے گا؟ اور موت کب اور کس جگہ آئے گی؟ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ ان پانچ مغیبات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی چابیاں قرار دیا ہے۔

سورۃ السجدۃ

سورۂ سجدہ مکی ہے، اس میں ۳۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں۔ اس سورت میں جو اہم مضامین بیان ہوئے ہیں وہ درجِ ذیل ہیں:

(۱) سورت کی ابتداء میں قرآن کی حقانیت کا بیان ہے جس کا اعجاز واضح ہے، اس کی صداقت کے دلائل روشن ہیں، اس کا انداز بیان انسانی کلام سے بالکل الگ ہے لیکن اس کے باوجود کفارِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ نے یہ کلام خود گھڑ لیا ہے۔ (۱-۳)

(۲) یہ سورت اللہ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کے دلائل بیان کرتی ہے یعنی آسمان اور زمین کو اسی نے پیدا کیا، ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے، پانی کے ایک حقیر قطرے سے انسان کو اسی نے تخلیق کیا۔ (۵-۹) شاید انسان اپنی تخلیق کے مراحل کے بارے میں غور و فکر ہی نہیں کرتا اس نے کیسے مٹی سے پانی، نطفہ سے لوتھڑا، لوتھڑے سے بوٹی، اور بوٹی سے ہڈی تک کے مراحل طے کیے پھر کیسے انتہائی پُرکشش صورت اور متناسب قد و قامت والا انسان بن گیا۔

(۳) یہ سورت مجرموں اور مؤمنوں دونوں کا حال بتلاتی ہے کہ مجرم قیامت کے دن سر جھکائے کھڑے ہوں گے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، وہ آرزو کریں گے کہ کاش! ہمیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو ہم نیک اعمال کریں۔ دوسری طرف مؤمنین کے بارے میں بتلایا گیا کہ وہ دنیا میں اللہ کے سامنے جھکے رہتے ہیں، راتوں کو ان کے پہلو بستر سے جدا رہتے ہیں، وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے بھی ہیں اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کے دیے ہوئے اموال کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا: ’’کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے (آخرت میں) آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ

ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔" (۱۷-۱۲) انہوں نے ریا اور دکھاوے کے بغیر چھپ چھپ کر اعمال کئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی نعمتیں چھپا رکھی ہیں جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئیں، ویسے بھی جنت کی نعمتوں کی صحیح حقیقت کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی، دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے ساتھ صرف لفظوں میں مشترک ہیں۔حقیقت کے اعتبار سے ان کے درمیان زمین آسمان سے بھی کہیں زیادہ فرق ہے۔

سورت کے اختتام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیئے جانے کا ذکر ہے جو کہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

سورۃ الاحزاب

سورۂ احزاب مدنی ہے، اس میں ۷۳ آیات اور ۹ رکوع ہیں۔اس سورت میں تین موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔یعنی اجتماعی آداب، تشریعی احکام اور بعض غزوات کا بیان مثلاً غزوۂ احزاب، غزوۂ بنی قریظہ اور ان دونوں غزوات میں منافقین کی حالت اور کردار۔

اس سورت کے اہم مضامین درجِ ذیل ہیں:

(۱) پہلی دو آیتوں میں اپنے نبی کے واسطہ سے نبی کی امت کو ایسے چار امور کا حکم دیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں فلاح اور سعادت کے عناصر ہیں۔ پہلا یہ کہ اللہ سے ڈرتے رہیں۔دوسرا یہ کہ کافروں اور منافقوں کی آراء کی اتباع نہ کریں۔تیسرا یہ کہ وحیِ الٰہی کی اتباع کرتے رہیں۔چوتھا یہ کہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کریں۔ یہاں یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں کہیں بھی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر نہیں پکارا، یہاں بھی "یاایھا النبی" کہہ کر خطاب کیا گیا ہے جب کہ دوسرے انبیاء کو یا آدم، یا نوح، یا موسیٰ، یا عیسیٰ، اور یا زکریا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

(۲) زمانۂ جاہلیت کے بعض معتقدات اور عادات کی تردید کی گئی ہے جن میں سے بعض عقلی

اعتبار سے باطل تھیں اور بعض شرعی اعتبار سے قبیح تھیں۔ یہاں آیت ۴ میں تین جاہلانہ خیالات اور تصورات کی تردید کی گئی ہے:

(ا) ان کا یہ خیال تھا کہ بعض لوگوں کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں، اس خیال کے رد میں فرمایا گیا کہ ''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے'' دل تو بس ایک ہی ہوتا ہے یا اس میں ایمان ہوگا یا کفر ہوگا، ایک ہی دل میں کفر اور ایمان دونوں جمع نہیں ہوسکتے، اس سے ان منافقین کی بھی تردید ہوگئی جنھوں نے کفر اور ایمان کے درمیان ایک تیسرا درجہ نفاق کا بھی تجویز کر رکھا تھا۔

(۲) جاہلی اظہار یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ''انت علی کظھر امی'' (تم میرے اوپر ایسے ہو جیسے میرے ماں کی پشت) کہہ دیتا تو ان الفاظ کے کہنے سے اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جاتی تھی لیکن قرآن نے بتایا کہ کفارہ دینے سے بیوی حلال ہو جائے گی۔

(۳) اسلام سے قبل منہ بولے بیٹے کا حکم حقیقی بیٹے جیسا ہوتا تھا، قرآن نے اس غلط تصور کی تردید کی۔(۴)

(۴) جب متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) کے تصور تردید ہوگئی اور بتادیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حقیقی والد کا حکم نہیں رکھتے تو پھر یہ اعلان کیا گیا کہ آپ کی اُبوّت ساری امت کے لئے عام ہے اور آپ کی ازواجِ مطہرات ساری امت کی روحانی مائیں ہیں، ان کا ادب واحترام واجب ہے اور ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

(۳) اس کے بعد انیس آیات میں غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کی تفصیل ہے۔ غزوہ احزاب شوال ۵ ھ میں ہوا جب مشرکین کے دس یا پندرہ ہزار جنگجوؤں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا، یہ جنگجو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، یہود بنی نضیر اور یہود بنی قریظہ جن کے ساتھ مسلمانوں کا صلح کا اور ایک دوسرے کے دشمن کے ساتھ تعاون نہ کرنے کا معاہدہ تھا انہوں نے اس معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کے ساتھ تعاون کیا، مسلمان صرف تین ہزار تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کے شمال مغرب میں جہاں

سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا، خندق کھودی گئی ، اسی لئے اسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے اوراحزاب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ جس لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس میں مختلف جماعتیں اورقبائل شریک تھے، ان جنگجوؤں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا پھرنعیم بن مسعودغطفانی کی کوششوں سے یہوداورقریشی اورغطفانی لشکر کے درمیان پھوٹ پڑگئی، اللہ کی طرف سے انہی دنوں طوفانی آندھی آگئی جس کی زد میں آکران کے خیمے اکھڑ گئے، جانور بدک گئے اوران کے عزائم پست ہوگئے ، پھرقریش اورغطفان اوردوسرے قبائل اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے بغیر راہِ فرار اختیار کرگئے ۔ابوسفیان اوراس کے حمایتیوں کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا اورانہیں ان کی عہد شکنی کی عبرتناک سزا دی، اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں ان دونوں غزوات کا حال اورمنظر بیان کیا ہے اورمسلمانوں کو بشارت سنائی ہے کہ عنقریب انہیں مزید فتوحات حاصل ہوں گی ۔ چنانچہ مسلمانوں نے نہ صرف فارس اورروم بلکہ بیسیوں ملک اورسینکڑوں شہر فتح کئے (اوران شاء اللہ قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط اوردل میں ایمان راسخ ہوجانے کے بعد پورے عالم کو فتح کریں گے)۔یوں رب تعالیٰ کی یہ پیشنگوئی پوری ہوکر رہے گی کہ میں نے اپنے آخری رسول کواس لئے بھیجا ہے کہ دین اسلام کوتمام ادیان پر غالب کردوں، یہ غلبہ یقینی ہے اورکسی صاحب ایمان کواس میں شک نہیں ہونا چاہیے، بظاہر حالات مخالف ہیں لیکن جب اس پیشنگوئی کے پورا ہونے کا وقت آئے گا، حالات بھی موافق ہوجائیں گے اوروہ افراد بھی مہیا ہوجائیں گے جو اپنے اخلاق واعمال کے اعتبار سے پہلی صدی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کردیں گے۔اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور کے مسلمان ، ایمان ، اعمال ،اخلاق ، معاملات اورکردار کے اعتبار سے ’’فاتحِ عالم‘‘ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن کیا اسلام اورقرآن بھی یہ صلاحیت نہیں رکھتے ،ربّ کعبہ کی قسم !ان کے اندر عالم کواورفاتحین عالم کو فتح کرنے کی پوری پوری صلاحیت ہے اورکون ومکان کے مالک کی قسم !دنیا یہ نظارہ بہت جلد دیکھے گی۔